Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عالمگیر سلامی دے کر واپس آیا تو جہانگیر جانے کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ "میرا فرض پورا ہو گیا ہے۔" وہ بولا۔ "میں زیادہ دیر تک نہیں بیٹھ سکتا۔"

چھڑی، عالمگیر اَور نوکر کے سہارے سج سج چلتا ہوا جہانگیر اپنی جیپ تک پہنچا۔ چاچا احمد بھی کسی گوشے سے نِکل کر اُسے الوداع کہنے کو اُس کے پیچھے پیچھے آگیا۔ جیپ میں بیٹھنے کے بعد جہانگیر نے ہاتھ کھڑکی سے باہر نکال کر اعجاز کے کندھے پر رکھا۔

"جو وعدہ تُم نے میرا ساتھ کیا تھا وہ یاد ہے؟" وہ بولا۔ "عالمگیر تُمہارا بھائی ہے۔"

"جی جی جی،" اعجاز نے کہا۔ "بھائی جہانگیر یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"مَیں اپنے لڑکپن میں،" جہانگیر نے کہا۔ اُس کی آنکھوں میں ایک دور کی جھلک تھی، "ایک بار کبیرے گیا۔ میں نے تُمہارے دادا کو دیکھا تھا۔ مجُھے آج تک یاد ہے۔ بڑھاپے میں بھی اُس کی کیا جان تھی۔ کالی ٹاہلی کی طرح مضبوط اَور سایہ دار تھا۔ تجھے دیکھ کر مجھے تیرا دادا یاد آتا ہے۔"

"عالمگیر ہمارا بھائی ہے، بیٹا بھی ہے۔ ایک آواز دے کر دیکھے،" اعجاز نے کہا۔ "اِس کے پیچھے ہماری جان لڑے گی۔ مگر ابھی تو ہمارے سر پر آپ کا سایہ موجود ہے۔ آپ جلدی سے تندرست ہو جائیں۔ ابھی ہم نے بڑے کام کرنے ہیں۔"

جہانگیر نے کوئی جواب نہ دیا، نہ اُس کے چہرے پہ کوئی تاثر ابھرا۔ اُس نے ہاتھ کھڑکی سے اندر کھینچ لیا اَور جیپ چل پڑی۔

جہانگیر کی روانگی کے چند ہی مِنٹ کے بعد صحن میں ہلچل مچ گئی۔ اعجاز کو اندر بلایا گیا۔ ڈولی اُٹھنے والی تھی۔ چارپائیوں پہ پھیلا ہوا جہیز سنبھالا جا چکا تھا۔ جمیلہ کو سہارا دیئے ماسی نقاہت بھری چال چلتی، ڈولی کے پاس لے آئی جو صحن کے بیچ میں رکھی تھی۔ سسرال کی عورتوں میں روانگی کی کھلبلی تھی اَور وہ خوشی سے ہنس رہی تھیں۔ دوسری جانب میکے کی عورتیں خاموش کھڑی تھیں۔ جب اعجاز نے دونوں بازوؤں میں اُٹھا کر جمیلہ کو ڈولی میں بٹھایا تو ماسی، سکینہ اَور اُس کی پھوپھی زاد بہنوں کی زاری کی آواز اُٹھی۔ بارات کے ساتھ آئی ہُوئی تین میراثنوں نے ڈھولکی کے بغیر ہی رخصتی کا گیت گانا شُروع کر دیا۔ اعجاز، جمیلہ کے پھوپھا اَور اُس کے دو بیٹوں نے ڈولی اُٹھا کر اُس کے ڈانڈے کندھوں پہ رکھے اَور اُسے باہر لے چلے۔ ڈولی جب صحن سے نِکلی تو سکینہ اَور اُس کی ماں بین کرنے لگیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کچی سڑک پہ پہنچ کر ڈولی کہاروں کے حوالے کر دی گئی۔ تازہ دم بینڈ والوں نے ایک ساتھ اپنے سارے ساز اَور باجے بجانے شُروع کر دیئے۔ چند مِنٹ تک اِسی طرح زور شور سے بجانے کے بعد وہ ایک دم رُک گئے اَور صرف طوطی والے کے لِئے وقت چھوڑ دیا گیا۔ اکیلے طوطی والے کے ہاتھ میں میدان آیا تو مردوں اَور عورتوں کا وہ مجمع اپنی جگہ پہ ٹھہر گیا۔ آسمان صاف اَور پُرسکوت تھا، اَور آدھے چاند کی اُس رات میں یوں معلوم ہوتا تھا جیسے طوطی کی پیاسی، نوکدار، دِل جھپٹ لینے والی آواز کے سحر تلے تمام مرد و زن ایک سکتے کی حالت میں آ گئے ہُوں۔ طوطی والا گالوں کو حد تک پھلائے، ماتھے اَور گلے کی رگیں اُبھارے، لپک لپک کر بیٹی کی الوداعی کے مانوس سُر ہوا میں اُچھال رہا تھا اَور آنسو بہاتی ہُوئی عورتوں کو اِس بات کا علم تھا کہ اُن سروں کی کسک ڈولی میں بیٹھی ہُوئی دُلہن کے دِل میں اُتر جائے گی اَور مرتے دم تک جب بھی کبھی اُس پہ کوئی مشکل کا لمحہ آئے گا تو وہ صرف اپنی ماں اَور باپ اَور بھائی کو یاد کرے گی اَور اِس مدفن کو لئے اُن کی جانب دوڑنے کو زنجیریں تڑائے گی۔

چند مِنٹ کے بعد بے دم ہو کر طوطی والے نے اسے لبوں سے جدا کیا تو سارا بینڈ ایک ساتھ دوبارہ شُروع ہو گیا اَور ساکن مجمعے میں حرکت آ گئی، جیسے کسی تصویر میں یکدم جان ڈال دی گئی ہو۔ کہاروں کے کندھوں پہ ڈولی اَور بارات بینڈ کی جلو میں پکی سڑک کی جانب روانہ ہُوئی جہاں تانگوں، بیل گاڑیوں اَور گھوڑوں کی سواریاں کھڑی تھیں۔ کچھ دُور تک ماسی اَور سکینہ کے آنسوؤں کی کُوک نے بارات کا تعاقب کیا، پھر وہ بھی خاموش ہو گئیں۔ اعجاز اَور سکینہ کا پھوپھا نیاز راٹھور بارات کے پیچھے سڑک پر پہنچ گئے۔ وہاں پہ دولہے کی بہنوں نے دُلہن کو سہارا دے کر ڈولی سے نکالا اَور کار کے اندر بٹھا دیا، پھر وہ خُود بھی پھنس پھنسا کے بیٹھ گئیں۔ خالی ڈولی کو جہیز کے صندوقوں، پیٹیوں اَور پلنگوں کے ہمراہ ایک بیل گاڑی پہ رکھا گیا اَور اِس طرح بارات اپنے گھر کو روانہ ہُوئی۔

اعجاز اَور نیاز راٹھور خاموشی سے ٹہلتے ہُوئے وہاں سے واپس ہُوئے۔

"کام ٹھیک ہو گیا" اعجاز نے کہا۔

"ہاں،" نیاز راٹھور بولا۔ "انتظام میں کوئی رخنہ نہیں پڑا۔"

"کھانے میں کمی نہیں آئی، نہ کوئی شکایت سننے میں آئی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اُون ہوں،" نیاز راٹھور نے طمانیت سے نفی میں سر ہلا کر اتفاق کیا۔

صحن میں چاچا احمد اپنی پگڑی گود میں رکھے، سر کو ہاتھوں میں سنبھالے ایک شکستہ چارپائی کے کونے پہ بیٹھا تھا جو بارات کے دوران عورتوں کے بوجھ تلے ایک طرف سے ٹوٹ گئی تھی۔ اعجاز اُس کے سامنے والی چارپائی پہ جا کر بیٹھ گیا۔

"شکر ہے کام ٹھیک ٹھاک نبٹ گیا،" اعجاز نے اُسے مخاطب کر کے کہا۔

"نقصان ہو گیا ہے،" چاچا احمد سر اُٹھائے بغیر بولا۔ "میرا کلیجہ بیٹھ گیا ہے۔"

"حوصلہ کر چاچا۔ خُدا کا شکر کرنے کا مقام ہے۔ کام ٹھیک ٹھاک ہو گیا کسی طرف سے اُلٹی آواز نہیں آئی۔ یہ لے۔"

"کیا ہے؟"

اعجاز نے نوٹ چاچے کی گود میں پگڑی کے اُوپر رکھ دیئے۔ "جہانگیر نے سلامی کے دیئے ہیں۔"

چاچے احمد میں ایک دم گویا جان پڑ گئی۔ اُس نے نوٹ اُٹھا کر مٹھی میں دبا لئے۔

"کیوں،" وہ سر اُٹھا کر بولا، "میرے ساتھ اُس کی زبان نہیں ہلتی تھی؟"

"چاچا، تُم اُس وقت سامنے نہیں تھے۔ جہانگیر نے جاتے وقت مجھے پکڑا دیئے تھے۔"

"میرے ساتھ وہ بات نہیں کر سکتا،" چاچے احمد نے کہا۔ "تجھے پتا ہے کیوں؟ میں کبھی اُس کے پاس کوئی غرض لے کر نہیں گیا۔ جب اُس نے تیرے کماد کا نقصان کرایا تھا تو اگر تو میرا ہاتھ نہ روکتا تو میں برود مار کے اُس کا ڈیرہ اُڑا دیتا۔"

"چل چھوڑ چاچا۔ پُرانی بات ہے۔"

"پُرانی نہیں اجاز، جہنگیر بدماش ہے۔"

"چاچا مرتے مرتے تو وہ ہمارے بیاہ میں آ کر شریک ہو گیا ہے۔ تو اَور کیا چاہتا ہے؟"

"اس کی شکل پر نہ جا، بڑا چلاک ہے۔ قبر میں جاتا جاتا دس سال کاٹ جائے گا۔"

چاچے احمد نے نوٹ اُٹھا کر احتیاط سے گئے اَور تہمد کے کونے میں لپیٹ کر مضبوطی سے گانٹھ دے لی۔ نوٹوں کی برآمدگی سے لے کر تہمد کی گانٹھ میں جانے تک ماسی رونا بند

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر کے، آنکھیں کھولے اُنہیں دیکھتی رہی۔ رات کے اندر ہوا کا جھونکا تک نہ تھا، اَور اِس ساکن چاندنی کے اندر، جس کی خاموشی میں برتن اَور سامان اُٹھانے والوں کی اِکا دُکا آوازیں مزید اضافہ کر رہی تھیں، چاچے احمد نے دوبارہ سر کو ہاتھوں میں ڈھانپ لیا تھا، اَور ماسی نے ایک بار پھر دھیمی، سپاٹ، بے آنسو آواز میں رونا شُروع کر دیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باب 19

جب اعجاز "بہ بانگ دُہل" کے دفتر پہنچا تو کمرے میں چار آدمی بیٹھے تھے۔ اُن کی گفتگو کے درمیان ہیجان، اِنتشار اَور اختلاف کی ملی جلی کیفیت تھی جس نے فضا میں ایک بھاری تناؤ پیدا کر رکھا تھا۔ سگریٹوں کا گھنا دُھواں ماحول کی ابتری میں مزید اِضافہ کر رہا تھا۔ بدیع الزمان اپنی کرسی پہ بیٹھا تھا۔ اُس کی بغل والی کرسی پہ خواجہ معراج دین ایڈووکیٹ میز پہ کاغذات پھیلائے اُن کے ملاحظے میں مصروف تھا۔ بدیع الزمان کہنیاں اُوپر رکھے میز پہ اِس طرح جھکا تھا کہ اُس کے سگریٹ کا جلتا ہوا سرا وکیل صاحب کے کاغذوں سے تقریباً مس ہو رہا تھا۔ خواجہ معراج دین ہر ایک دو مِنٹ کے بعد آہستہ سے ہاتھ اُس کے کندھے پر رکھ کر اُسے پرے ہٹاتا، مگر چند ہی لمحے بعد بدیع الزمان دوبارہ اُسی جگہ پر آ جھکتا۔ خواجہ معراج اپنا بایاں بازو لمبا کر کے میز پہ رکھے، انگلیوں میں سگریٹ دبائے، دائیں ہاتھ سے فائلوں کے ورق پلٹتا جا رہا تھا۔ کبھی وہ اپنا بایاں بازو سیدھا اُوپر اُٹھا دیتا اَور دیر تک اُسے بے سہارا ہوا میں اُٹھائے رکھتا، جیسے کہ سگریٹ سے چھت کی جانب اشارہ کر رہا ہو۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ سگریٹ کو اپنے سے دور رکھنا چاہتا ہو مگر اُس کو ہاتھ سے چھوڑنے پہ بھی آمادہ نہ ہو۔ اُس کے دُوسری جانب شیخ سلیم کرسی پہ بیٹھا دونوں کا مُنہ دیکھ رہا تھا۔ وقفے وقفے پر وہ کرتے کی جیب سے کپڑے کی تھیلی نکال کر چھالیہ پھانکتا جا رہا تھا۔ بھنوئی کے اِس پرچے میں شیخ سلیم کے پیسے ہی نہیں لگے تھے بلکہ قانونی طور پہ بھی وہ مقدمے میں پوری طرح ملوث ہو چکا تھا۔ اُس کا نام پرنٹر کی جگہ پر داخل کر دیا گیا تھا۔ تفصیل اِس واقعہ کی یوں تھی:

اِبتدائی نوٹس میں بدیع الزمان اَور اعجاز کے ساتھ اصل پرنٹر کا نام شامل تھا۔ سید اسلم شاہ پرنٹر بدیع الزمان کا دیرینہ دوست تھا۔ وہ ایک چھوٹے سے پریس کا مالک تھا جو ایک کمرے اَور روٹا پرنٹ کی واحد مشین پہ مشتمل تھا اَور کئی سال سے معمولی کام کی آمدنی پہ چل رہا تھا۔ اُس کو اطلاع ہُوئی تو وہ حواس باختہ حالت میں بدیع الزمان کے پاس پہنچا۔

"بدی، میں نے آج تک تجھ سے ایک پیسا نہیں کمایا، صرف خرچے پر تیرا کام چلا رہا ہُوں۔ تو جرنلسٹ آدمی ہے، تیرا کیا ہے، پرچہ بند ہو جائے گا تُو تو کہیں اَور جا کر نوکری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر لے گا۔ میرا سارا کاروبار ٹھپ ہو جائے گا۔ کوئی لاکھوں کا بزنس نہیں، تجھے پتا ہے، صرف روٹی چلتی ہے۔ میرے سات بچے ہیں۔"

"اُس میں تو میرا کوئی دخل نہیں،" بدیع الزمان ہنس کر بولا۔

"بدی، میری جان شکنجے میں آئی ہے، تجھے مذاق سوجھا ہے۔ میں تیرے نامراد رسالے کا ایک لفظ نہیں پڑھتا، کبھی خیال بھی نہیں کیا کہ تو کیا انرم شٹرم لکھتا رہتا ہے۔ تیرے اُوپر اعتبار کرنے کا مجھے یہ صلہ ملا ہے؟ ایک پیسہ تک معاوضے کا کبھی چارج نہیں کیا، صرف کاغذ اَور کاریگر کا خرچہ وصول کرتا ہُوں۔ وہ بھی وصول کہاں کرتا ہوں، تین مہینے سے کریڈٹ پر کام کر رہا ہُوں۔ میں قانونی چارہ جوئی میں پھنسنا نہیں چاہتا، میری روزی ماری جائے گی۔"

"اچھو، تو خواہ مخواہ گھبرا گیا ہے۔ یہ کوئی قانونی وانونی نہیں، بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ بس تو دیکھتا رہ، اوپن اَینڈ شٹ کیس ہے۔ ہمارے پاس سکہ بند ثبوت ہیں۔ سرخروئی ہوگی۔ ہم الٹا ازالہ حیثیت عرفی کا کیس کریں گے۔ مخالف کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ خرچہ بھی اُٹھائے گا اَور ہرجانہ بھی دے گا۔ تماشا ہو گا تماشا۔" توضیح کی خاطر بدیع الزمان نے میز پہ رکھی ہُوئی فائل کو کھولا۔ "اوپن؟" وہ چیخ کر بولا، اَور دَھپ سے فائل کو بند کر دیا، "اَینڈ شٹ۔"

"بدی، بدی، تو اپنے تماشے اپنے پاس ہی رکھ۔ میری جان چھڑوا۔"

"اچھو، تو چھاپنے والا ہے۔ بتا کہ جب سے رپورٹ چھپی ہے، پرچے کی تعداد بڑھ نہیں گئی؟"

"بڑھ گئی ہے تو پھر کیوں تو ہر وقت پیسے کا رونا روتا ہے۔ میرا خرچہ دے، معاوضہ ادا کر اَور اپنا بزنس چلا۔ تیری تعداد بڑھنے سے میرا تو اُلٹا نقصان ہو رہا ہے۔"

بدیع الزمان ایک لحظے تک چین بجبیں ہو کر اسلم شاہ کو دیکھتا رہا۔ پھر فوراً بولا، "اوورہیڈز۔"

"ہنہ؟"

"اوورہیڈز، اچھو، اوورہیڈز۔ تو بھی بزنس مین ہے۔ بتا کہ جیسے جیسے کاروبار ترقی کرتا ہے، کیا اُوپر کے خرچے بڑھتے نہیں جاتے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تو مجھے سبق نہ پڑھا بدی، مجھے سب پتا ہے۔ میں تجھے بتا رہا ہوں میرے گھر کے گیارہ فرد ہیں اور میں اکیلا کمانے والا۔ تو اپنا فیشنی کاروبار چلاتا رہ، مگر اِس ٹنٹے سے میری خلاصی کرا۔"

"اسلم شاہ، اب تو میرا اور تیرا ساتھ ہے، دونوں مِل کر دنیا کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اب خلاصی مشکل ہے۔"

"کوئی مشکل نہیں۔ ایک صورت ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"میری جگہ پر کسی اور کا نام لکھوا دے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"میں اپنی طرف سے قربانی دینے کو تیار ہوں۔"

"کیسی قربانی؟"

"پریس کی ملکیت میں کسی اور کا نام درج کرا دو۔"

"نام تو تو آج درج کروائے گا، دعویٰ پچھلی تاریخوں میں دائیر ہوا ہے۔"

"وہ سب میں کرلونگا۔"

"مگر پریس تو پھر بھی زد میں آئے گا۔"

"پریس جائے جہنم میں۔ میری جان تو بچ جائے گی۔"

"تاریخوں کا معاملہ مجھے ممکن دکھائی نہیں دیتا۔ گورنمنٹ کے ریکارڈ۔۔۔"

"گورنمنٹ کے ریکارڈ تبدیل کروانا بھی کوئی کام ہے؟" اسلم شاہ نے بیتابی سے ہاتھ آگے نکالا اور اُنگلیوں پہ انگوٹھا رگڑتے ہوئے بولا، "سب پیسے کا کھیل ہے بھائی جان، یہاں کوئی چیز غیر ممکن نہیں۔ سب کام میرے اُوپر چھوڑ دے۔ بس تو بندہ پیدا کر۔ میرا تو دِل گلے میں پھنس گیا ہے۔ رات دِن کا خفقان لگا ہوا ہے۔ یہ دیکھ،" اسلم شاہ نے جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر بدیع الزمان کی آنکھوں کے سامنے ہلائی، جس سے شیشی میں گولیوں کے کھٹکنے کی آواز پیدا ہوئی۔ "دِل کو پکڑ کے بیٹھا ہوں، اِن گولیوں پر دِن کاٹ رہا ہوں۔ ڈاکٹر کہتا ہے تو اِس ٹینشن سے نہ نِکلا تو ایک دِن بیٹھا بیٹھا ڈھیر ہو جائے گا۔ بدی، تو یاد رکھ،" وہ بدیع الزمان کی ناک کے آگے اُنگلی ہلا کر بولا، "میں ڈھیر ہو گیا تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے بوڑھے ماں باپ اَور سات چھوٹے بچے بھوکے مرجائیں گے، تو یاد رکھ، ساری عمر تجھے چین نہیں آئے گا۔" اسلم شاہ رونے لگا۔ "میری بیوی،" وہ لرزتی ہُوئی آواز میں بولا، "مزدوری کرنے لگے گی۔"

آخر شیخ سلیم کو سوجھ بوجھ دیئے بغیر کاغذ اُس کے سامنے رکھ کر دستخط کروا لیے گئے، اور خواجہ معراج کو بھی کچھ اُلٹا سیدھا بتا کر عدالت میں ملکیت کا ریکارڈ درست کرانے کی درخواست دینے کو کہا گیا۔ خواجہ معراج دیر تک شکی نظروں سے بدیع الزمان کو دیکھتا رہا۔ "بدیع، دال میں کالا والی کوئی بات تو نہیں؟ میرے دِل کو یہ بات پسند نہیں آ رہی۔"

"دال میں کالا چھوڑ کر نیلا پیلا بھی نہیں ہے خواجہ صاحب۔ بس شُروع میں نام لکھانا بھول گئے تھے، اُس کی درستی کرانی ہے۔ شیخ سلیم سینئر پارٹنر ہے۔" شیخ سلیم سے بدیع الزمان نے الگ سے کہا، "اِسی حالت پر سارا اِنحصار ہے۔ فیصلہ بھی اپنے حق میں ہو گا، پیسا بھی بچے گا۔ ورنہ سب غرق۔"

شیخ سلیم جو اِس بکھیڑے میں پھنس کر پہلے ہی آدھے ہوش حواس گنوا بیٹھا تھا، اب ہونقوں کی طرح بیٹھا سب کا مُنہ دیکھتا، پان کھاتا اَور چھالیہ پھانکتا رہتا تھا۔ وہ کپڑے کا سوداگر اب اُس قصے کے سر پیر سے ناواقف ہو چکا تھا۔ اُسے اپنے پیسے کی فکر بھی نہ رہی تھی۔ اب وہ کبھی کبھی صرف اِتنا پُوچھ لیتا کہ کیا جیل جانے کا کوئی اِمکان تو نہیں تھا؟

"خیر کا کلمہ بول چھیمے،" بدیع الزمان اُسے تسلی دیتا۔ "تو خواجہ صاحب کی بات نہیں سن رہا؟ اِس معاملے کی ساری کنجیاں ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ جیل جائیں ہمارے دشمن۔ اَور دیکھ، میری بات کو آج نوٹ کرلے، کہ جیل جانے والا مقدمہ یہ ہے ہی نہیں۔ یہ دیوالہ نکلنے والا کیس ہے۔ اَور دیوالہ نِکلے گا اُن کا۔ کباڑا ہو گا کباڑا۔ تو دیکھتا رہ۔ فیکٹری سیل ہوگی۔" بدیع الزمان نے اپنی ایک ہتھیلی پہ دُوسرے ہاتھ کا مکا کس کر مارا۔ "سیل! بند!! بئی مان حاجی کے دِل کی خواہش پوری ہوگی، اُس کی موت مدینے میں ہی آئے گی۔ بخشش پھر بھی نہیں ہوگی۔ تو گھبرا نہیں، خواجہ صاحب کا ایک اِسسٹنٹ تیری طرف سے پیش ہو گا، دُوسرا ملک اعجاز کی جانب سے۔"

شیخ سلیم چند لمحوں تک بے سمجھ نظروں سے اُسے دیکھتے رہنے کے بعد بولا، "ہم جیت جائیں گے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں ہاں ہاں۔"

"ہرجانے کے بدلے فیکٹری ہمیں مِل سکتی ہے؟"

"فیکٹری لے کر کیا کرے گا؟ تو کپڑے کا کاروبار کرتا ہے۔ فیکٹری چلانا پڑھے لکھے لوگوں کا کام ہے۔ خیر بہرحال، یہ بعد کی بات ہے۔ تو ابھی صبر کر۔"

پہلی پیشی خواجہ معراج نے خُود ہی بھگتا دی۔ دُوسری پہ بھی گو اُس نے کہا کہ کسی اَور کے جانے کی ضرورت نہیں تھی، مگر بدیع الزمان کے اصرار پر کہ، "عدالت کے ماحول کی واقفیت ابھی سے حاصل کر لینی چاہیئے،" وہ سب کو ساتھ لے گیا۔ معمول کی ابتدائی کاروائیاں تھیں۔ دِقت صرف شیخ سلیم کے ساتھ پیش آئی۔ اُس کو اِس طرح سہارا دے کر عدالت میں لے جانا پڑا جیسے کسی سولی چڑھنے والے کو لے جایا جاتا ہے۔ اُسے اپنے منہ سے پان کی بہتی ہُوئی پیک کا بھی ہوش نہیں تھا۔ شیخ سلیم ایک لمبا چوڑا، میز پوش نما، رومال اپنے ساتھ رکھتا تھا جس کو وہ پسینہ، پیک، ناک اَور دُوسرے مائع فضلات کو پونچھنے کے کام میں لاتا تھا۔ رومال جیب میں نہ سما سکتا تھا، اِس لِئے شیخ سلیم اُسے کندھے پر رکھنے کی بجائے شلوار کے نیفے میں اُڑسے رہتا تھا۔ جب ضرورت پڑتی تو ایک طرف سے قمیض اُٹھا کر وہ لمبا سا ریشمی رومال کھینچتا اَور استعمال کرنے کے بعد پھر وہیں رکھ لیتا۔ جب پہلی دفعہ عدالت میں گیا تو منظر یہ تھا کہ بدیع الزمان بار بار سلیم کی قمیض کا دامن اُٹھاتا، رومال کھینچتا اَور اُس کے لبوں سے بہتی ہوئی پیک کو صاف کر کے رومال اُس کے کندھے پر لٹکا دیتا، جس کو سلیم عادتاً ہاتھ میں سمیٹ کر پھر نیفے میں اُڑس لیتا۔ جب پان کی تھوک دوبارہ بہنے لگتی تو بدیع الزمان اُس عمل کو دُہراتا۔ ایک بار بدیع الزمان نے رومال نکالا تو ساتھ ہی ازار بند کا سرا اُس کے ہاتھ میں آ گیا۔ اُس نے جلدی میں کھینچا تو ملائم کپڑے کی شلوار ڈھلک کر ٹخنوں پہ جا گری۔ بدیع الزمان اَور خواجہ معراج کا جونیئر وکیل جھپٹ کر بڑھے۔ پیشی پہ آئے ہوئے، ہتھکڑیاں لگے چند کسان، محافظ سپاہی، اَور کچھ دُوسرے لوگ یہ منظر دیکھ کر ہنس پڑے۔ تینوں آدمی شلوار کے ساتھ کشمکش میں مصروف تھے کہ رومال اَور ازار بند آپس میں اُلجھ گئے۔

"چھیمے چھیمے ہوش کر،" بدیع الزمان بولا، "عدالت کا معاملہ ہے۔ لباس درست کر۔ تیری تو مت ماری گئی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شیخ سلیم نے تلملا کر پہلی بار مُنہ کھولا۔ "مت تیری ماری گئی ہے کہ میری؟ تجھے کس نے کہا تھا کہ میرا نالا کھول۔"

"میں تو تیری مدد ہی کر رہا ہوں چھیمے۔ خفا نہ ہو۔ ناراضگی کا مقام نہیں دیکھتا نہیں کہ اِزمیر والوں کا وہ مینجر جو سوٹ بوٹ پہنتا ہے اَور انگریزی بولتا رہتا ہے؟ آج شلوار پہن کر آیا ہے اَور تسبیح پھیر رہا ہے بہروپیا۔ اَور تو اپنا حلیہ دیکھ، ہونٹوں سے پان بہتا جا رہا ہے۔ عدالت پر کیا اثر پڑے گا؟ کم از کم اپنا مُنہ ہی بند رکھ۔ تجھے ایک لفظ بولنے کی ضرورت نہیں، سب گفتگو وکیل کریں گے۔ عدالت پر ہم نے اچھا امپریشن پیدا کرنا ہے۔"

"اور تو جو ہر وقت سگریٹ پھونکتا رہتا ہے؟"

"عدالت میں سگریٹ پینا منع ہے،" بدیع الزمان نے بے خیالی سے کہا۔

"یہی تو میں تجھ سے کہہ رہا ہُوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے پتا ہے،" بدیع الزمان بدمزاجی سے بولا۔

"چل پرے ہٹ۔ مجھے ہاتھ نہ لگا۔ میں تنگ آ گیا ہوں،" شیخ سلیم نیفے کو تھامے پرے کھسکتا ہوا بولا، جیسے اُس کو بدیع الزمان سے مزید خطرہ ہو۔

"جیسے تیری مرضی،" بدیع الزمان صلح جوئی سے بولا۔ "اب آگے آگے چل۔"

"آگے آگے تو چل، میں کیوں چلوں؟ یہ تیرا معاملہ ہے۔ تو نے مجھے خوامخواہ پھنسا لیا ہے۔"

"اچھا بھائی،" بدیع الزمان نے اُس کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔ "یہ دیکھ، میرے ہاتھوں کو دیکھ۔ مجھے معاف کر دے۔ غلطی ہو گئی ہے۔"

شیخ سلیم نے دھکا دے کر اپنے وکیل کو پرے ہٹایا اَور شلوار اَور رومال پر اپنا قبضہ حاصل کر لیا۔ "میرے قریب مت آ،" وہ بتدریج دور ہٹتا ہوا بولا۔ "ناں بھائی ناں،" بدیع الزمان نے ہاتھ جوڑے جوڑے کہا، "میرے واسطے تو حرام سور۔"

"ہیں؟ حرام سور؟" شیخ سلیم آنکھیں نکال کر بولا۔ یوں لگتا تھا جیسے شلوار گرانے سے اُس کے تمام تر حواس بیدار ہو گئے تھے اَور اب وہ ہر مشکل کا سامنا کرنے کو تیار تھا۔

"حوصلہ کر چھیمے،" بدیع الزمان نے کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ تجھے ہاتھ لگانا میرے واسطے حرام ہے۔ چل اب، وقت ہو رہا ہے۔ آواز پڑنے والی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اِس پیشی کے بعد شیخ سلیم کی طبعیت ٹھہر گئی۔ اُس کے دِل سے عدالت کا خوف ہی نہ اُترا بلکہ اپنے وکیلوں کا جارحانہ انداز اَور سفید بالوں والے جج کا نرم رویہ دیکھ کر، اور یہ جان کر کہ اُس کے ساتھ ذاتی طور پہ کسی سوال جواب کی ضرورت نہ تھی، بلکہ ساری کارروائی وکیلوں کے ہاتھ میں ہو گی، اب اُسے گویا پیشیاں بھگتنے کا چسکا پڑ گیا تھا، اوہ وہ اپنے فارغ وقت میں بے خوف ہو کر پُوچھتا رہتا تھا، "اگلی پیشی کب ہے؟"

تیسری پیشی سے دو روز پہلے "بہ بانگ دُہل" کے دفتر میں میٹنگ ہُوئی تھی جس میں چار آدمی پہلے سے موجود تھے اَور اُن میں پانچواں اعجاز جا کر شامل ہوا تھا۔ اُس سے اگلے روز خواجہ معراج کے دفتر میں میٹنگ ہُوئی۔ خواجہ معراج کے آگے میز پر فائلیں پھیلی تھیں اَور بدیع الزمان، اعجاز اَور شیخ سلیم میز کے گرد کرسیوں پہ بیٹھے تھے۔ دُوسری طرف خواجہ معراج کے جونیر وکیلوں میں سے ایک بیٹھا تھا جس کے سامنے دو ایک فائلیں رکھی تھیں۔ خواجہ معراج ایک کے بعد دُوسرا ورق اُلٹتے ہُوئے ساتھ ساتھ بولتا جا رہا تھا۔ وہ نصف بات اپنے جونیئر وکیل سے، ایک چوتھائی اپنے آپ سے اَور آخری چوتھائی دوسرے سامعین سے کر رہا تھا۔

"ہوں ں ں۔۔۔۔" ہوں ں ں۔۔۔۔ جواب دعویٰ ہو گیا" اُس نے دو تین صفحات اِکٹھے پلٹ دیئے۔

"ابتدائی اعتراضات کا کیا بنا؟" بدیع الزمان نے بیتابی سے پُوچھا۔

"ہو گئے، ہو گئے۔ ابتدائی اعتراضات، تنقیحات، واقعات جوابات سب ہو گئے۔"

"مخالف فریق کا کیس کمزور تو ضرور ہو گیا ہو گا؟"

"اُونہوں،" خواجہ معراج نفی میں سر ہلا کر بولا۔ "ٹرن ڈاؤن ہو گئے۔"

"ہیں؟" بدیع الزمان اُچھل پڑا۔

"مجھے پہلے ہی علم تھا۔ فرمنگ آف ایشوز بھی ہو گئے ہیں۔"

"پھر اِس سارے کام کا فائدہ کیا ہوا؟"

"بھئی مثل کا پیٹ بھی تو بھرنا ہوتا ہے۔ اِزالہ حیثیت عرفی کے مقدمات میں مدعی کی مثل کا پیٹ پھولا ہوا ہوتا ہے۔ خاص طور پہ اَیسے مدعی کا جس کے پاس سورس بھی ہیں اور ریسورس بھی۔ اپنے ریکارڈ، میل ملاقات والوں کی گواہیاں، داد رسی کے لئے رونا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دھونا۔ ہمارے پاس کیا ہے؟ گھی کھانے والے مرمرا گئے۔ مُردوں کی گواہیاں کوئی عدالت تسلیم نہیں کرتی،" خواجہ معراج طنز سے ہنسا۔ "دو ایک لبارٹری رپورٹیں ہیں، وہ بھی شخصی گواہیاں نہیں، کاغذی ہیں۔ صرف ایک ڈاکٹر ہے، وہ بھی تڑپھس ہی لگتا ہے۔"

"نہیں خواجہ صاحب،" اعجاز نے کہا، "ڈاکٹر تگڑا ہے۔ اُس کا کِلّا اپنے ہاتھ میں ہے۔ فکر نہ کریں۔ مضبوط ہے۔"

"خیر، پتا چل جائے گا۔ ہمارا سب سے سٹرانگ پوائنٹ بہرحال اخلاقی بالادستی ہے۔ اِن کیسوں میں سب سے بڑی اہمیت جج کی ہمدردی حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔ پریس کا مقصد ہی پبلک اِنٹرسٹ ہے۔ یہ پوائنٹ ہمارے حق میں جاتا ہے۔"

"بالکل، بالکل،" بدیع الزمان بولا۔ "پبلک اِنٹرسٹ اِز فور موسٹ۔"

"ایک بات سے مجھے ذرا سی تشویش ہے،" خواجہ معراج بے خیالی کے لہجے میں بولا، یوں جیسے اپنے آپ سے بات کر رہا ہو۔

"کس بات سے، خواجہ صاحب؟"

"سینئر سول جج نے مقدمہ کسی لوئیر جج کے حوالے کرنے کی بجائے اپنے پاس ہی رکھ لیا ہے۔"

"ابھی تک تو تاثر صاحب اپنے ہمدرد ہی لگتے ہیں۔"

"بدیع صاحب، اِس میں ایک پوائنٹ ہے۔"

"کیا پوائنٹ ہے؟"

"چوہدری محمد حسین تارڑ ریٹائر ہونے والے ہیں۔"

"تو پھر؟"

"اِس بارے میں، میں زیادہ بات نہیں کرنا چاہتا۔ اِنفرمیشن اکٹھی کر رہا ہُوں۔ ہو سکتا ہے کہ میرا اندازہ غلط ہو۔ اِس وقت تو میرا سارا دھیان اگلی پیشی پر ہے۔ ٹائم بار، جیورس ڈِکشن کا پوائنٹ کہ مدعی اپنے قول و فعل سے دعویٰ دائر کرنے سے مانع ہے، وغیرہ وغیرہ، یہ سب گئے۔ مگر میں فکر مند نہیں ہُوں۔ بس آپ لوگ حوصلہ رکھیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شہر کے مشہور دیوانی وکیل میاں اِنتظار حسین، جن کی معاونت کے لِئے جونیئر وکیلوں کی ایک ٹیم موجود تھی، مدعی کے بیان کرانے کے لِئے کھڑے ہُوئے۔ اُنہوں نے تین باحیثیت افراد کے کوائف پیش کرنے کے بعد اُن کی گواہی درج کرائی، جس میں تینوں نے اِس بات کی تائید اَور تصدیق کی کہ وہ مدعی کو عرصہ متعدد برس سے ذاتی طور پہ جانتے تھے، اور کہ مدعی اُن کی دانست میں ایک ایماندار، صوم و صلوٰۃ کا پابند، تہجد گزار اَور صالح مسلمان تھا اَور اُن کی رائے میں وہ جانتے بوجھتے ہُوئے کسی بے ایمانی کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ خواجہ معراج نے اپنی جرح میں باری باری اُن سے دریافت کیا کہ کیا یہ سچ نہ تھا کہ پہلا گواہ اِزمیر گھی انڈسٹریز کے مالک حاجی کریم بخش کا سالا، دوسرا اُن کا چچازاد بھائی، اَور تیسرا، حاجی ذوالفقار، شہر میں اِزمیر مارکہ گھی کا سب سے بڑا ایجنسی ہولڈر تھا؟ تینوں سے تصدیق حاصل کر لینے کے بعد خواجہ معراج نے طمانیت بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا کہ وہ مزید کوئی سوال پُوچھنا نہیں چاہتا۔

اگلا گواہ فیکٹری کا پروڈکشن انجینئر معین الدین شاہ تھا، جس نے پچھلی دو سہ ماہیوں کی پیداواری رپورٹ پیش کی۔

"کیا یہ رپورٹیں معمول کے مطابق ہیں؟" اِنتظار حسین نے گواہ سے سوال کیا۔

"جی نہیں۔ دُوسری سہ ماہی کی پیداوار میں لگ بھگ سوئن کی کمی واقع ہُوئی ہے۔"

"کیا اِس کی وجہ خام مال کی کمیابی یا مشین کی خرابی ہے؟"

"جی بالکل نہیں۔ اس کی واحد وجہ گرتی ہُوئی سلیز ہیں، جس کے باعث اِنتظامیہ کو مجبوراً پیداوار میں کٹوتی کرنی پڑی۔"

"کیا یہ دُرست ہے،" میاں اِنتظار حسین نے پُوچھا، "کہ اِس صورتِ حال سے اِنڈسٹری کو شہرت کی بدنامی ہی حاصل نہیں ہُوئی بلکہ بزنس کو لاکھوں کا خسارہ۔۔۔۔"

"خواجہ معراج اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "یہ لیڈنگ کوئسچن ہے جنابِ عالی۔"

جج نے نقطۂ اعتراض تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہُوئے گواہ کو بیان جاری رکھنے کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اشارہ کیا۔

"جی یہ دُرست ہے،" پروڈکشن انجینئر نے کہا، "کہ اِس رپورٹ سے ہماری کمپنی کی شہرت اور بزنس دونوں کو انتہائی نقصان پہنچا ہے۔"

"جھوٹ!" بدیع الزمان پکار اُٹھا۔

جج تارڑ نے سر موڑ کر خشمگین نگاہوں سے بدیع الزمان کو دیکھا مگر مُنہ سے کچھ نہ کہا۔ خواجہ معراج غصے سے مُنہ میں بڑبڑاتا ہوا بدیع الزمان کو گھورنے لگا۔

"اور جو کولیٹرول نقصانات دُوسرے لوگوں کو پہنچے ہیں؟" میاں اِنتظار حسین نے سوالیہ انداز میں معین الدین شاہ سے پُوچھا۔

"جی ہاں۔ مالی اَور معاشرتی خسارے کے علاوہ جو متفرق لوگوں کو نقصانات پہنچے ہیں ان کا اندازہ بے حد و حساب ہے۔"

خواجہ معراج اَور دفاعی فریق کے سب افراد اچانک کرسیوں پر آگے جھک کر سننے لگے۔

"مثال کے طور پر،" معین الدین شاہ نے بیان جاری رکھا۔ "پیداوار میں مجبوراً کٹوتی کرنے کی وجہ سے متعدد دہاڑی دار محنت کش اَور عارضی نوکری والے کاریگروں کو ملازمت سے فارغ کر دینا پڑا ہے، اور۔۔۔۔"

بدیع الزمان نے گال پھلا کر سانس کو یکدم خارج کیا تو اُس کے ہونٹوں سے "پھاہ!" کی اُونچی، اِستہزائیہ آواز پیدا ہُوئی۔ جج تارڑ نے غصے سے اُس کی جانب دیکھا۔ خواجہ معراج پھر اُچھل کر اُٹھا۔ "جنابِ والا، یہ غیر متعلق سوال ہے۔"

اِس بار جج نقطۂ اعتراض کو تسلیم کرتے ہُوئے وکیل اِستغاثہ سے مخاطب ہوا۔ "یہ لوگ جن کا ذکر گواہ نے کیا ہے اِس مقدمے میں فریق نہیں ہیں۔ آپ اِیشوز کے فریم میں رہیں اور مقدمے کو مزید توسیع دینے سے اِجتناب کریں۔"

خواجہ معراج نے فخریہ انداز میں مسکراتے ہُوئے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا۔ عدالت میں باتوں کی بھنبھناہٹ اُبھری۔ جج تارڑ نے اپنا چوبی ہتھوڑا میز پر مارا اور سختی سے خواجہ معراج کو مخاطب کیا۔

"اور میں دفاعی پارٹی کو متنبہ کرتا ہوں کہ اگر اُن کے کسی فرد کی جانب سے عدالت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ضابطے کے خلاف مزید کاروائی ہُوئی تو میں اُس کے خلاف ایکشن لونگا۔"

سامعین کی بھنبھناہٹ ایک بار دب کر دوبارہ اُبھر آئی، جس کے دوران جج نے میز کھٹکھٹا کر لوگوں کو خاموش کرایا۔ کچھ دیر کے بعد گواہ معین الدین شاہ کو جرح کے واسطے خواجہ معراج کے حوالے کر دیا گیا۔

"شاہ صاحب،" خواجہ معراج نے کہنا شُروع کیا، "آپ کا عہدہ پروڈکشن انجینئر کا ہے، آپ پیداوار کے اعداد و شمار بیان کر سکتے ہیں۔ مگر نفع یا نقصان کا تخمینہ تو آمدنی اور خرچے کے بیلنس شیٹ سے ہی لگایا جا سکتا ہے ناء؟"

"جی ہاں۔"

"اور بیلنس اکاوٹنٹ تیار کرتا ہے۔ غلط یا درست؟"

"درست ہے۔"

"پھر آپ نفع یا نقصان کی بات کیسے کر سکتے ہیں؟"

"جی میں اکاؤنٹ آفیسر بھی ہوں،" معین الدین نے جواب دیا۔

"اخاہ، تو آپ دو مختلف شعبوں کے انچارج ہیں؟"

"ہمارے چیف اکاؤنٹنٹ بیماری کی وجہ سے لمبی چھٹی پر ہیں۔ اُن کی غیر موجودگی میں، میں ہی اُس ڈیپارٹمنٹ کا نگران ہُوں۔"

"کیا چیف اکاؤنٹنٹ صاحب کے کوئی اسسٹنٹ ہیں جو اُن کی جگہ پر کام کر سکیں؟"

"وہ تھے۔ مگر چند ماہ پیشتر استعفیٰ دے کر بیرون ملک جا چکے ہیں۔"

"اکاؤنٹ کے شعبے میں آپ کی تعلیمی قابلیت کیا ہے؟"

"جی میرا پچیس سالہ تجربہ ہے۔"

"میں تجربے کے بارے میں استفسار نہیں کر رہا، آپ کی پیشہ ورانہ تعلیمی قابلیت کے بارے میں پُوچھ رہا ہُوں۔"

"میں نے اِمتحان پاس کر رکھا ہے۔"

"کونسا امتحان؟ کہاں سے؟"

"اِنسٹیٹیوٹ آف آڈِٹ اَینڈ اکاؤنٹس سے۔"

"کیا یہ حکومت کا تسلیم شدہ ادارہ تعلیم ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جی یہ ادارہ عرصہ پندرہ سال سے قائم ہے۔"

"معین شاہ صاحب، میری درخواست ہے کہ آپ میرے سوال کا صاف صاف جواب دیں۔ میں سوال دُہراتا ہوں۔ یہ ادارہ جہاں سے آپ نے اِمتحان پاس کیا ہے۔ کیا حکومت کا تسلیم شدہ ہے؟"

"جی۔۔۔نہیں۔"

"یہ اِنسیٹیوٹ کہاں پہ واقع ہے؟"

"گوالمنڈی میں ہے جناب۔ بہت مشہور ادارہ ہے۔"

"مشہور تو آپ کا گھی بھی بہت ہے۔" خواجہ معراج نے طنزیہ کہا۔ عدالت میں چند لوگ ہنس پڑے۔ "آپ نے کتنا عرصہ وہاں پہ کلاسیں اٹینڈ کیں؟"

"جی؟"

"میرا خیال ہے شاہ صاحب کہ سوال سیدھا سادا ہے۔ آپ نے کتنے عرصے تک اِس ادارے میں کلاسیں اٹینڈ کرنے کے بعد امتحان پاس کیا؟"

"میں نے۔۔۔ جناب میں نے۔۔۔ میرا مطلب ہے کہ میں نے کارسپانڈنس کورس کیا تھا۔"

"آپ کی بنیادی تعلیم کیا ہے؟"

"جی؟"

"بنیادی تعلیم۔"

"جی۔۔۔ ایف۔ایس۔سی۔" معین الدین شاہ نے لڑکھڑاتی ہُوئی آواز میں جواب دیا۔

"تو گویا آپ محض ایف۔ایس۔سی پاس ہیں۔ آپ کے پاس انجینئرنگ کی کوئی تعلیم نہیں ہے۔ اِس کے علاوہ آپ نے ایک بیک سٹریٹ کے غیر تسلیم شدہ ادارے سے ایک کارسپانڈنس کورس کر رکھا ہے اَور اپنے آپ کو پروڈکشن انجینئر اَور اکاؤنٹنٹ ظاہر کر رہے ہیں۔ میں پُوچھتا ہوں کہ کیا آپ اِس اِنتہائی پیچیدہ اِنڈسٹری کے دو اہم شعبوں کی سربراہی کے اہل ہیں؟"

"میرا پچیس سالہ تجربہ۔۔۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیشتر اِس کے معین الدین شاہ بات ختم کرتا، میاں اِنتظار حسین بول اُٹھا۔ "جنابِ والا، گزارش ہے کہ یہاں گواہ معین الدین شام ملزم نہیں ہے۔ معزز عدالت سے میری اِستدعا ہے کہ اِس طرز جرح کو بند کیا جائے۔"

جج نے اعتراض کو رد کرتے ہُوئے کہا، "گواہ نے مستغیث کی جانب سے تائیدی رپورٹ پیش کی ہے۔ اُس کی اہلیت کا تعیّن کرنا اِس موقعہ پر نامناسب نہیں ہے،" اور ہاتھ سے خواجہ معراج کو جرح جاری رکھنے کا اِشارہ کیا۔

"میں جناب کا ازحد شکر گزار ہوں،" خواجہ معراج نے کہا، "اور صرف ایک آخری سوال کرنا چاہتا ہُوں۔ کیا" اُس نے معین الدین شاہ سے پُوچھا، "آپ کے رِیکارڈ کا ایکسٹرنل آڈٹ کیا جاتا ہے؟"

"جی ہاں۔ کمپنی کا فل آڈٹ، مالی سال کے اِختتام پر ہوتا ہے۔"

"آپ کے ایکسٹرنل آڈیٹر کون ہیں؟"

"عبدالوحید، عبدالمجید اَینڈ کمپنی لیٹڈ آف میکلوڈ روڈ۔"

"کیا یہ دُرست نہیں،" خواجہ معراج نے پُوچھا، "کہ آڈیٹرز کی یہ فرم اِزمیر گھی انڈسٹریز کے مالکان کے عزیز دار ہیں؟"

"مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔"

"معین شاہ صاحب، یہ نہ بھولئے کہ بیان شُروع کرنے سے پہلے آپ نے سچ بولنے کا حلف دیا ہے۔"

معین الدین شاہ کے چہرے پہ اب پسینے کے قطرے نمودار ہو رہے تھے۔

"جی---- یہ ممکن ہے۔"

"یعنی آپ کے خیال میں اِس بات کا محض اِمکان ہے کہ آڈیٹرز اَور مغیث آپس میں عزیز دار ہوں؟"

"میں اپنے کام سے کام رکھتا ہوں،" معین الدین شاہ نے گھبرا کر کہا۔

اِس مقام پہ خواجہ معراج نے عدالت کو اِطلاع دی کہ وہ اِس گواہ سے اَور کوئی سوال پوچھنا نہیں چاہتے۔ عدالت میں لوگوں کی باتیں کرنے کی آوازیں پیدا ہُوئیں۔ جج نے دوبارہ میز کھٹکھٹائی اَور اگلی پیشی پر فیکٹری کے کیمسٹ اَور کیمیکل انالِسس کو پیش کرنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے احکام دے کر عدالت برخاست کردی۔

"حق میں جا رہا ہے۔ حق میں جا رہا ہے،" عدالت سے نِکل کر بدیع الزمان چلایا۔ "کیوں خواجہ صاحب، کیا خیال ہے؟"

"ہوں ں ں----" خیال میں ڈوبے ہُوئے خواجہ معراج نے سر ہلایا۔ "ابھی خوش ہونے کا موقعہ نہیں آیا۔"

"کیوں خواجہ صاحب، کیوں ہوں اوں اونہہ----" بدیع الزمان سگریٹ کے کش اَور اپنے الفاظ کے اِمتزاج پر اٹک کر رہ گیا۔ کھانسی کا دورہ اُس کی شوں شوں کرتی ہُوئی چھاتی سے اُٹھا اَور سانس کو اُلٹ گیا۔ اعجاز نے اُس کی پُشت پر ایک دھول جما کر اُس کی سانس برابر کی۔ "کیوں خواجہ صاحب، جج نے اُن کے گواہ کو تو کھری کھری سنا دی۔ مزدوروں کا نام لے کر ہمدردی حاصل کرنا چاہتا تھا بھڑوا۔"

"ہاں، مگر جج نے سیدھی سادی قانون کی بات کی،" خواجہ معراج نے کہا۔

"قانون کی بات تو دُرست ہے، پِھر بھی ہمارے ساتھ اُس کی ہمدردی کا عندیہ ملتا ہے کہ نئیں؟"

"اِس بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ شُروع شروعات ہیں۔ جج کا موڈ کِسی وقت بھی بدل سکتا ہے۔ تُم ذرا اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھو۔ جج کو خفا کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"

"یار خواجہ، ایک تو میں گھنٹوں سے نشے کا ٹوٹا ہوا، اُوپر سے مقدمے کی ٹینشن۔ مُنہ سے بات نِکل ہی جاتی ہے۔"

"باہر جانے پر کوئی پابندی نہیں۔ جا کر کش لگا آیا کرو۔"

"اور کیا عدالت کی کاروائی مِس کر دوں؟ میں تو ایک ایک بات دِماغ میں سٹور کر رہا ہوں۔ مقدمہ نبٹ گیا تو ایسی سٹوری لکھونگا کہ آنکھیں کھل جائیں گی۔ آج جرنلزم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں کون ہے جو ایسا کام کر رہا ہے؟ سب کے سب اپنے تئیں قوم کے سپاہی بنے ہوئے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ آدھے خوشامدی ٹٹو ہیں، آدھے بلیک میلر ہیں، باقی کے اِدھر اُدھر کی ہانک رہے ہیں۔"

خواجہ معراج ہنسا۔ "اِس میں ایک سقم ہے۔"

"کیا سقم ہے؟"

"قانونی نہیں، حسابی ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"آدھے ایک طرف ہو گئے اور آدھے دُوسری طرف تو باقی کیا بچا؟"

"میں بات یہ کر رہا ہوں خواجہ کہ میں گراؤنڈ بریکنگ کام کر رہا ہُوں۔ نام ہسٹری میں جائے گا۔" خواجہ معراج چائے کی دوکان کے آگے رکھی ہُوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس کے ساتھ دُوسرے سب لوگ بھی میز کے گرد لوہے کی کرسیاں سیدھی کر کے بیٹھ گئے۔ اعجاز نے دوکان کے لڑکے سے سب کے لِئے چائے طلب کی۔

"نام تو تمہارا اب ہسٹری میں داخل ہو گیا ہے،" خواجہ معراج اُسی خوشگوار لہجے میں بولا۔ "مگر سوال یہ ہے کہ کونسا نام؟"

"کیا مطلب؟"

"بھئی دیکھنے میں آیا ہے،" خواجہ معراج شرارت سے مسکرا کر بولا، "کہ پہلے تم شیخ بدیع الزمان لکھا کرتے تھے۔ اب کچھ عرصے سے بدیع الزمان شیخ لکھنے لگے ہو۔"

بدیع الزمان ہلکا سا جھینپ گیا۔ "شَیخ بھئی، شَیخ، زبر کے ساتھ، شے اَے خ۔ ہم لوگ کشمیری شیخ ہیں، جو مذہبی پیشوا ہوا کرتے تھے۔"

"گویا پہلے نہیں تھے؟"

"پہلے بھی تھے۔ پہلے بھی تھے،" بدیع الزمان بات ٹالتے ہُوئے بولا۔

"اصل میں ذات کو آخر میں لکھنے سے نام میں وزن پیدا ہوتا ہے،" اعجاز ہنس کر بولا۔ "میرے ایک دوست ہیں، جب سے سید غضنفر علی شاہ کی بجائے غضنفر علی سید لکھنے لگے ہیں اُن کی عزت میں اضافہ ہو گیا ہے۔"

"یعنی اگر میں معراج الدین خواجہ لکھنے لگوں تو زیادہ وزن دار ہو جاؤنگا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آزما کر دیکھ لیں،" اعجاز نے کہا۔ "ہو سکتا ہے آپ کی پریکٹس اَور بھی چمک جائے۔"

سب ہنس پڑے۔

"یار چھوڑو، کیا بات کا مذاق بنا رہے ہو،" بدیع الزمان بولا، "یہ سیریس معاملہ ہے۔ میں تو آج بہت پُرامید ہُوں۔"

"اِسی لِئے تو ہم خوش ہو رہے ہیں،" اعجاز نے کہا۔

"دیکھو ناء، جج نے میاں اِنتظار کو چپ کرا دیا۔"

"بات تو دُرست ہے،" اعجاز بولا۔

خواجہ معراج نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔

"خواجہ صاحب، آپ کچھ بجھے بجھے نظر آ رہے ہیں،" بدیع الزمان نے اِصرار کر کے پُوچھا۔

"بجھا ہوا نہیں ہوں، بس آپ کی طرح چہک نہیں رہا۔"

"بھلا کیوں؟"

"یہ اِن کے پیشے کی مجبوری ہے بھئی،" اعجاز بولا۔ "ڈاکٹر اَور وکیل کبھی مسرت کا اظہار نہیں کرتے،"

"اِس کی وجہ؟" بدیع الزمان نے پُوچھا۔

"ڈاکٹروں کو مریض کے مرنے کی فکر رہتی ہے۔"

"اور وکیل کو جج کے فیصلے کی؟" بدیع الزمان نے پُوچھا۔

"اونہوں،" اعجاز نے نفی میں سر ہلایا۔

"پھر؟"

"اَپنی فیس کی۔"

سب لوگوں نے قہقہہ لگایا۔

"صرف مولوی لوگ ہمیشہ خوش دکھائی دیتے ہیں،" ایک نوجوان جونیئر وکیل نے جھجکتے ہوئے کہا۔ پھر اپنی بات کو ڈھکنے کی خاطر فوراً ہی مدلل لہجہ اختیار کر لیا۔ "حالانکہ منطقی طور پر دیکھا جائے تو جس کثرت سے وہ دوزخ کی سزاؤں کا ذکر کرتے ہیں، اُنہیں